میں ہجر کا لمحہ تُو وصال کا موسم .... سیدہ گل بانو

کبھی کسی نے کشمالہ سے کہا تھا کہ ہر انسان کو اس دنیا میں رہتے ہوئے ہر جذبے ہر احساس اور انسان کے ہر روپ سے جلد یا بدیر آشنا ضرور ہونا پڑتا ہے۔ چاہے اس عمل یا اس تجربے کے لیے اس کی خواہش اس کی مرضی اور کوشش شامل ہو یا نہ ہو پر اس عمل سے ہر انسان کو ضرور گزرنا پڑتا ہے کہ انسانی زندگیوں کے لیے یہی قانونِ قدرت ..... یہی اصول فطرت اور یہی نظام حیات ہے جو انسان کے لیے ازل سے مخصوص ہے' جو انسان کی تمام حیات اور انسان کی عمر کے ہر پہلو پر صدیوں سے محیط ہے اسے بھی کسی سے سنی ان باتوں پر اچانک ایک روز یقین کرنا پڑا تھا۔ جب ایاز نے اس سے کہا تھا۔

''تم بہت اچھی لڑکی ہو کشمالہ ..... اور مجھے بھی بہت اچھی لگتی ہو اتنی اچھی کہ میرا جی چاہتا ہے تم سدا میرے ساتھ رہو تم سدا یوں ہی میرے سامنے رہو۔'' اسے ایاز کے منہ سے یہ اعتراف سن کر ان باتوں پر اچانک اس روز یقین کرنا پڑا تھا کہ انسان کو اس دنیا میں رہتے ہوئے سب کچھ دیکھنا' سننا' سہنا پڑتا ہے۔ جیسے کہ اس نے ایاز کے لبوں سے یہ حسین اعتراف سنا اور اپنے نازک دل کو اس اعتراف کی شدتوں کا بوجھ سہنے پر مجبور کرنا پڑا۔

''تم بہت پرکشش ہو۔'' ایاز کا یہ ایک اور پرگداز اعتراف کشمالہ کا دل دھڑکائے رکھتا۔ اسے دنوں مدہوش رکھتا۔

اس کے دل کو بھی ایاز اچھا لگتا ہے جب اول روز کشمالہ پر یہ انکشاف ہوا تو اسے اپنے اعصاب' اپنے احساسات' اپنے دل کو بہت گہرا دھچکا لگا تھا کیونکہ اس کے خیال میں مرد کی ذات اس لائق ہی نہ تھی کہ اس پر کسی بھی ایسے معاملے میں اعتبار کیا جا سکے جس معاملے کا تعلق عورت کے کردار سے جڑا ہوا ہو۔ اس کے والد حیات نہ تھے۔ والد کی وفات کے بعد اس کے لیے ماں کا وجود ہی اس کی زندگی کا خوب صورت اور قیمتی خزانہ تھی۔ والد کی اچانک وفات کے بعد اسے جاب کے لیے گھر سے قدم نکالنے پڑے تو باپ کی موجودگی میں اسے جو دنیا پرکشش حیرت کدہ معلوم ہوتی تھی باپ کی وفات کے بعد وہی دنیا اسے بھیڑیوں کا جنگل لگنے لگی تھی۔

وہ ایک پراعتماد اور پرعزم لڑکی تھی۔ اس کے کولیگ ایاز کو اس کی یہی خوبی بھا گئی تھی۔ وہ کافی عرصے تک اسے نظر انداز کرتی رہی تھی۔ وہ ظاہری کشش' نمود و نمائش اور ذہانت کے مظاہرے سے متاثر ہونے والی لڑکی نہ تھی۔ انسان کا کردار ہی ہمیشہ اس کے لیے انسان کو جانچنے' پرکھنے کا مناسب اور بہترین پیمانہ رہا تھا اور بس اسی جانچ پرکھ کے مرحلے میں ایاز کی ذات نے اس کے دل میں اپنی جگہ بنالی تھی۔ ایاز کی شہرت نے اسے کو ایک نرم دل' مہربان اور باکردار انسان ثابت کیا تھا۔

اب تو محبت کے مہکتے دلنشیں خوشگوار سفر میں ایاز کے سنگ سنگ وہ کافی دور نکل چکی تھی۔ ایاز ایک پرجوش فطرت رنگین مزاج رکھنے کے علاوہ وہ پرسکون سامع بھی تھا۔ اسے بات کہنے بات سننے کا ڈھنگ آتا تھا اور وہ جو اپنی ذات میں بند رہنے والی پراسرار قسم کی لڑکی تھی۔ نہ جانے کب؟ معلوم نہیں کیسے؟ وہ اپنی ذات کے سب ہی اسرار ..... اپنی روح کے سب ہی راز۔ اپنے دل کے سب ہی خواب اس سے شیئر کرنے کی عادی ہوتی چلی گئی تھی اور وہ بہت پرسکون' بہت توجہ کے ساتھ اس کا لفظ لفظ سنا کرتا اور اپنے خوب صورت لفظوں سے اس کی بے چینی' بے کلی کو شانت اور مسرور کردیا کرتا۔ ڈرتے ڈرتے بھی بالآخر وہ اس پر اعتبار کر بیٹھی تھی۔

''یہ ..... ایاز ..... کس قسم کا آدمی ہے؟'' اسے آج بڑے دنوں بعد رُوبی سے ملنے کا وقت ملا تھا۔ شادی کے بعد رُوبی پہلی بار میکے آئی تھی۔ وہ بہت نکھری نکھری اور ہمیشہ سے کچھ اور بھی زیادہ اچھی لگ رہی تھی۔ اس سے ادھر ادھر کی باتوں کے دوران جب یونہی اس کی باتوں میں ایاز کا ذکر آیا تو رُوبی نے بظاہر سرسری انداز میں پوچھا تو وہ کچھ چونک کر سنبھلی اور کچھ سوچ کر سکون سے بولی۔

''جیسے اس دنیا میں باقی اچھے انسان ہوتے ہیں' میرا مطلب ہے کہ نیک' مہربان اور اچھے انسان۔''

''میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ تمہاری زندگی میں اس کی کیا اہمیت ہے؟'' رُوبی نے سرسری انداز کے ساتھ پوچھا تو کشمالہ نے ایک نظر اسے غور سے دیکھا پھر آنکھیں چرا گئی اور بولی۔

''تم مجھ سے یہ کیوں پوچھنا چاہتی ہو کہ میری زندگی میں اس کی کیا اہمیت ہے؟''

''اس لیے کہ آنٹی کو تمہاری شادی کی آج کل کافی فکر ہے' وہ جلد تمہاری شادی کردینا چاہتی ہیں۔'' رُوبی نے کہا پھر مزید بولی۔ ''میری رات ان سے فون پر بات ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہارے لیے اچھا سا بر تلاشنے میں ان کی مدد کروں۔ اگر تم نے کچھ سوچ رکھا ہے تو اس سلسلے میں ہم آنٹی سے بات کرسکتے ہیں' مطلب کہ اگر ایاز .....''

''نہیں' ابھی

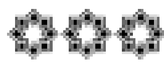
میں نے کچھ بھی نہیں سوچ رکھا۔'' کشمالہ نے رُوبی کی بات مکمل ہونے سے پہلے جلدی سے کہا اور وہ فوراً ہی اس کے پاس سے جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی اور پوچھا۔

''شام تک نہیں رکوگی؟'' وہ کشمالہ کی سوچتی آنکھوں کو بغور دیکھ رہی تھی۔

''نہیں ..... پھر کبھی سہی ..... اور سنو تمہیں یاد رہے گا ناں کل ماں جی کی طرف سے اور میری طرف سے تم اور تمہارے سرتاج فرحان صاحب دوپہر لنچ ٹائم سے رات ڈنر ٹائم تک ہماری طرف مدعو ہو۔ باقی سب گھر والوں کے ساتھ ..... ٹھیک ہے ناں۔'' کشمالہ نے اس کا ہاتھ تھام کر یاددہانی کرائی جواباً رُوبی نے بھی اس کے ہاتھ کو محبت سے تھاما۔

''ٹھیک ہے بابا ..... ٹھیک ہے تم بے فکر ہو جاؤ۔ ہم سب کل تمہاری طرف آجائیں گے۔'' کشمالہ کے اطمینان کے لیے رُوبی نے اس سے پکا وعدہ کیا۔ وہ تھوڑی دیر میں ہی کشمالہ کی ذات میں ہونے والی تبدیلی کو محسوس کرگئی تھی پر اس نے کشمالہ کے گریز کو دیکھتے ہوئے فی الوقت مزید کریدنا ضروری نہ سمجھا تھا۔ کشمالہ رُوبی کی امی' دونوں بھابیوں اور رُوبی کی دونوں چھوٹی بہنوں سے مل کر وہاں سے چلی آئی تھی۔ اس کے دل پر اک انجانا سا بوجھ تھا۔ صبح سے ہی اس کی طبیعت کچھ بوجھل اور اعصاب تھکے تھکے سے تھے۔ زندگی میں عجب ٹھہراؤ سا آگیا تھا۔ وہ ایاز کی محبت پر کبھی پرسکون تو کبھی بے چین سی رہنے لگی تھی۔ ایاز کی فطرت' مزاج' عادات کچھ بھی تو اس کی اپنی عادات' مزاج' فطرت کے عین مطابق نہ تھا۔ اس کی زندگی میں جب سے ایاز وارد ہوا تھا' وہ عجیب متضاد قسم کی کیفیات سے نبرد آزما تھی۔ کئی متضاد قسم کے احساسات اس کا گھیراؤ کیے رہتے تھے۔ اطمینان' سکون' سرشاری کے علاوہ سو طرح کے خدشات و اوہام کا شکار دل ہر دم ایک کشمکش و پیچ کے سے عالم میں بے کل اور بے چین ہو کر دھڑکا کرتا۔

''اوہ ..... ایاز کیا کردیا ہے تم نے ..... کیسا بدل کے رکھ ڈالا ہے تم نے ..... میرا ظاہر' میرا باطن۔ کچھ بھی تو پہلے جیسا نہیں رہا۔ نہ میری زندگی' نہ میرا دل اور نہ ہی میں ..... کچھ بھی تو پہلے جیسا نہیں رہا۔'' ایک اپنا دل ایاز کو سونپنے کے بعد وہ جیسے مکمل اس کا ہو چکا تھا۔ ایاز کے پسندیدہ کلرز ..... ایاز کی پسندیدہ خوشبو' ایاز کا پسندیدہ لباس' ایاز کی پسندیدہ ڈشز' ایاز کی پسندیدہ شاعری' اس کی پسندیدہ کتاب' اس کا پسندیدہ موسم' اس کی پسندیدہ باتیں ہی اب اس کی زندگی کا کل اثاثہ بن چکی تھیں۔ اسے جیسے ایاز کے علاوہ کہیں کچھ بھی دکھائی' سنائی نہ دیتا تھا۔ وہ پُور پُور اس کی چاہت میں ڈوب چکی تھی۔ چاہت نے بھی اس کو لمحہ بہ لمحہ دل بخوڈ پل پل حیرت زدہ اور ہر گھڑی ہراساں و متوحش رکھا تھا۔ اس کے اندر کی عورت اپنی خودداری کے روبرو قدرے پشیمان تھی۔ اس نے بارہا ٹوٹ کر سوچا تھا آخر میں ہی کیوں؟ اپنی نسوانیت کو سرنگوں کروں؟ اس کی نگاہ تو بہت گہری ہے وہ خود کیوں اپنی نگاہ سے میری آنکھوں تک کا فاصلہ سمیٹ کر میری روح میں پہنچتی اس چاہت کی بپتا نہیں سن سکتا۔ آخر میں ہی کیوں اپنی ذات کا ہر بھید اس کی ایک مسکراہٹ پر نچھاور کرتی چلی جاؤں؟ لیکن اس کے اس سوال کا جواب اسے کہیں سے نہ ملا تھا اور وہ جیسے شل ہونے لگتی۔ ضمیر ملامت کرتا پر اس نے سوچ لیا تھا جیسے تیسے وہ خود اسے اپنی محبت ..... اپنی چاہت کی یہ بات' اپنی محبت' اپنی چاہت کی یہ بپتا اسے سنا ڈالے گی۔ اسے یقین تھا جس شوق سے وہ سنائے گی اسی شوق سے وہ سنے گا کہ بلاشبہ وہ ایک اچھا سامع تھا۔



''میں نے سوچا ہے کہ اب تمہاری شادی ہو جانی چاہیے۔'' دوپہر کے کھانے کے وقت جب وہ ڈائننگ ٹیبل پر لوازمات سے سجی ڈشز رکھ رہی تھی اس کی پیش قدمی کے عمل کو زہرہ بیگم خاموشی سے دیکھ رہی تھیں۔ اسے اپنی جگہ پر بیٹھتے دیکھنے کے بعد وہ کہہ اٹھیں۔ کشمالہ کے ان کی پلیٹ میں اُبلے چاول منتقل کرتے ہاتھ لمحے بھر کو ٹھٹک کے تھمے۔ اگلے ہی پل وہ سنبھلی تھی۔ اب وہ بظاہر پہلے سی پرسکون حالت میں مطمئن انداز کے ساتھ ہی ان کو پلیٹ میں چاول ڈال کر دینے کے بعد اپنی پلیٹ میں سالن نکال رہی تھی۔

''مجھے فی الحال شادی کی کوئی جلدی نہیں۔'' بہت سوچ کر اس سے ایک یہی جواب بن پڑا۔

''مگر مجھے تمہاری شادی کی جلدی ہے۔'' دُعا پڑھنے کے بعد زہرہ بیگم کھانے کی ابتداء کرنے کے دوران اٹل لہجے میں گویا ہوئیں۔

''آپ تنہا ہو جائیں گی میرے بعد۔'' اس نے آہستگی سے کہا۔ زہرہ بیگم نے چہرہ پھیر کے اپنی دائیں جانب بیٹھی کشمالہ کو دیکھا۔ وہ اپنے لیے پلیٹ میں سالن نکالنے کے بعد سلاد نکال رہی تھی' پھر اس نے چپاتی اپنے سامنے موجود دوسری پلیٹ میں رکھی۔ دُعا پڑھی۔ اب وہ کھانے کی طرف متوجہ تھی۔ زہرہ بیگم نے دیکھا اس کے چہرے کے تاثرات سپاٹ تھے۔ اس کی روشن کشادہ آنکھوں میں سکون کی گہری چمک اور گہرے اطمینان کا راج تھا۔

''نہیں میں تنہا نہیں ہو جاؤں گی۔ تمہاری شادی کے بعد میں نے تمہارے نانا' نانی کے پاس جا کر رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔'' زہرہ بیگم نے اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تو وہ بے یقینی سے چونکی۔

''واقعی .....؟'' کشمالہ کے چہرے پر مسرت کا احساس چمک اٹھا۔

''ہوں ..... تمہارے ماموں اور ممانی کے الگ گھر میں شفٹ ہونے کے بعد وہ لوگ اکیلے ہو گئے ہیں۔ ان کا اصرار ہے کہ تمہاری شادی کے بعد میں ان کے ساتھ رہوں۔''

''یہ تو بہت زبردست بات ہے۔ اتنی اچھی بات آپ نے آج سے پہلے مجھے کیوں نہیں بتائی ماں جی۔'' کشمالہ ان کا بازو تھام کر بے تحاشہ خوشی سے چہک رہی تھی۔ زہرہ بیگم اپنے بازو پہ گرفت کیے ہوئے اس کے ہاتھوں کو نرمی سے سہلا کر مسکرائیں۔

''اس لیے کہ اس بات کا تعلق تمہاری شادی سے ہے۔ آج تمہاری شادی کا ذکر چلا ہے تو یہ بات بھی درمیان میں آگئی۔''

''ماں جی! آپ کچھ عرصے کے لیے تو یہ خیال دل سے نکال دیں مجھے ابھی شادی .....'' کشمالہ نے کہنا چاہا مگر زہرہ بیگم نے اس کی بات کاٹ دی۔

''اچھا تم بتاؤ ..... کتنا عرصہ اور انتظار کروں؟ کچھ نہ کچھ تو تم نے سوچ رکھا ہوگا۔'' زہرہ بیگم کے چہرے پر ممتا بھری مسکراہٹ تھی۔

''وہ ..... ماں جی .....'' کشمالہ نے غیر مخصوص انداز میں نظریں چرالیں اور پھر خود کو دوبارہ کھانے کی طرف مصروف کرتے ہوئے آہستگی سے مسکرائی اور ایک امید کے ساتھ ماں کو دیکھا۔

''بس جب تک میں خود کو ذہنی طور پر آپ سے جدا ہونے کے لیے تیار نہیں کرلیتی۔'' اس کا لہجہ اس کے اندرونی خلفشار اور الجھن کا غماز تھا۔ زہرہ بیگم نے ایک محبت بھری نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی پھر ممتا بھری شفقت کے ساتھ اس کا گال تھپک کر مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا اور کھانے کی طرف متوجہ ہوگئیں۔ کشمالہ بھی خاموشی سے لقمہ توڑنے لگی۔ کھانے کے دوران پہلا نوالہ منہ میں رکھتے ہی اسے احساس ہوا کہ اسے اب بھوک نہیں ہے بلکہ اسے اس وقت سوائے تنہائی کے کسی شے کی طلب محسوس نہیں ہو رہی تھی' مگر اسے اب اس وقت تک یہاں موجود رہنا تھا جب تک زہرہ بیگم کھانا کھا کر نہ اٹھ جاتیں۔



اس کا دل بہت زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

ایسے چور کی طرح جو اپنی زندگی میں پہلی بار کہیں چوری کے ارادے سے نکلا ہو۔

وہ آئندہ ایاز کی کسی بے تکی فرمائش کو پورا کرنے سے صاف انکار کردے گی جس کی تکمیل کے دشوار گزار مرحلے میں سارے معاشرے کی آنکھیں اس کو دیکھ رہی ہوں۔ کشمالہ نے ٹیکسی سے اترنے سے پہلے ریسٹورنٹ کی عمارت کو باہر سے ایک نظر دیکھتے ہوئے سوچا پھر اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور ٹیکسی سے اتر گئی۔ اس نے دانستہ ٹیکسی ریسٹورنٹ سے کچھ دور رکوائی تھی۔

اب وہ دور جاتی ٹیکسی کو ایک نگاہ دیکھنے کے بعد سڑک کے کنارے کنارے چلتی ریسٹورنٹ کے داخلی دروازے کی سمت بڑھ رہی تھی۔

''کیا مجھے اندر جانا چاہیے؟'' اس سوچ کے ساتھ ہی اس کے سست روی سے اٹھتے قدموں کی رفتار کچھ اور سست ہوگئی۔ اسی دوران اسے اپنے عقب میں کچھ قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اگر کوئی جاننے والا ہوا اور اسے پہچان لیا تو کیا ہوگا؟ کشمالہ نے گھبراہٹ کے عالم میں سوچا اور اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ قدموں کی آہٹ اب اس کے برابر سے گزر کر آگے نکل گئی تھی۔ وہ دو افراد تھے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکے کی عمر بمشکل 20 یا 21 برس اور لڑکی کی عمر 18 سے کچھ کم ہی ہوگی۔ وہ بہت باتونی لگ رہے تھے۔ دونوں خوب چہک رہے تھے۔ کشمالہ آسانی سے ان کی باتیں سن سکتی تھی۔ وہ دونوں ایک ہی کالج میں پڑھتے تھے۔ اسے ان کی باتوں سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کے بیچ ''بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ'' کا تعلق قائم تھا اور ان کی باتوں سے ظاہر تھا کہ وہ پہلے بھی کہیں نہ کہیں ملتے رہے ہیں اور ان دونوں کے گھر والے اس تعلق سے اور ان کی ملاقاتوں سے لاعلم ہیں۔ کشمالہ کو ان سب باتوں اور ان دونوں کے انداز پر حیرت ہوئی۔ ایسے وقت کہ جب اپنی عمر کے 24 سالوں کا اعتماد ساتھ لے کر گھر سے یہاں تک آتے ہوئے اس کا دل سہما جا رہا تھا۔ کئی اوہام' وسوسوں اور کئی ان دیکھے خدشات و خوف کی لہریں سی اس کے دل و دماغ پر وحشت اور گھبراہٹ کے چھینٹے اڑا رہی تھیں۔ وہ دونوں کم عمری کی ناتجربہ کاری کے باوجود بہت بے باک اور نڈر دکھائی دے رہے تھے۔ دونوں پرسکون مطمئن اور پرجوش بھی تھے۔ پیچھے کسی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ کشمالہ نے گھبرا کے پیچھے دیکھا۔ گاڑی کچھ دور تھی اور گاڑی کا رخ اس کے اندازے کے مطابق ریسٹورنٹ کی ہی جانب تھا۔ کشمالہ نے دوبارہ سامنے دیکھا۔ وہ دونوں ریسٹورنٹ میں چلے گئے تھے۔ کشمالہ تیز تیز قدم اٹھانے لگی۔

ایاز سے اظہار محبت کرنے کے بعد وہ روح تک شانت ہوئی تھی کہ ایاز کی معنی خیز مگر مدھر مسکراہٹ نے اسے رگ رگ تک سرشار کیا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ ایاز اس کے ساتھ مل کر اپنے اور اس کے فیوچر کے لیے کچھ طے کرے مگر ایاز نے فی الوقت اس سے اس موضوع پر کوئی ڈھکی چھپی بات یا مبہم اشارہ تک نہ کیا۔ اس کے لیے یہی بہت تھا کہ ایاز نے اس کے جذبات کی پذیرائی کی تھی۔

انسان سدا ہی سے اپنی عمر کے مختلف ادوار میں حالات اور مقدر کے رحم و کرم پہ رہا ہے مگر جو اس کے ساتھ ہوا وہ اس کے لیے بالکل اچانک ہی نہیں نا قابل قبول اور شدید اذیت کا باعث بھی تھا۔ ایاز جس قدر خاموشی' دھیرے اور غیر محسوس طریقے سے اس کی حیات کا ایک اہم جزو اس کی ذات کا ایک خاص حصہ بنا تھا اسی قدر بلکہ اس سے کہیں زیادہ خاموشی سے وہ اس کی زندگی سے نکل گیا۔ وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو ٹٹولتی رہی مگر مایوسی اور ناکامی اس کا منہ چڑاتی رہی۔ لاکھ التجائیں کیں' لاکھ دعائیں مانگیں' روئی' تڑپی' گڑگڑائی پر اس معاملے میں ایاز کی طرح نہ وقت اس کا تھا اور نہ حالات اور نہ مقدر' وقت اور حالات کسی کے تابع رہے ہیں اور ایاز...... ایاز تو جیسے بس ہوا کا ایک جھونکا تھا جو اس کی زندگی میں آیا اور گزر گیا۔ ہمیشہ عورت کے مقابلے میں مرد زیادہ آزاد اور بااختیار رہا ہے کہ جب چاہے' جیسے چاہے دنیا کی کوئی سی بھی راہ اپنا کے جو چاہے کر سکتا ہے کیونکہ اس کے لیے زندگی کی ہر روش کشادہ اور آزاد ہوتی ہے' کیونکہ دنیا اس کے قدموں کی دھرتی ہوتی ہے۔ اس دھرتی پہ وہ جب جو چاہے کاشت کر سکتا ہے اچھے یا برے نتائج کی پروا کیے بنا' سود و زیاں کے خوف و خطرات کی الجھنوں اور پریشانیوں کی فکر کے بغیر' پر عورت......

عورت کی زندگی مرد کی زندگی کے بالکل برعکس ہوتی ہے کیونکہ اس کے لیے زندگی کی ہر روش پرپیچ اور خاردار ہوتی ہے۔ اس واقعے کے بعد ایاز نے اسے اپنی ایک جھلک تک نہ دکھائی تھی۔

''تم ایک بہت اچھی لڑکی ہو مگر نادان ہو' تمہیں نہیں پتہ کہ زمانے کی کتنی آنکھیں ہیں اور کون سی آنکھ تمہیں کس انداز سے دیکھتی ہے۔'' ایاز کی ایک مدھر سرگوشی اسے اچانک چونکا دیتی۔ کیسا سچ تھا اس کے لفظ لفظ میں مگر وہ سمجھ ہی نہ پائی۔ اس کو ایاز کے ایسے فقرے اپنا قصیدہ لگتے۔

''تم سمجھتی ہو کہ عورت صرف اپنی ذات کی سچائی' اپنی محبت کے جادو سے سب کچھ حاصل کر سکتی ہے نہیں صرف محبت اور سچائی ہی تو اس دنیا کی حقیقت نہیں۔ اس دنیا میں اور بھی کئی حقیقتیں ہیں۔'' ایاز کے منہ سے ادا کیے گئے کئی سچ اچانک اسے یاد آتے تو وہ روح کی گہرائیوں تک گھائل ہو کر رہ جاتی۔ اسے ایاز اور اپنی ملاقات کا ایک ایک منظر یاد آتا تو جیسے زندگی پھر نئے سرے سے اس کے تڑپنے بکھرنے کا اہتمام کرنے لگتی۔ وہ اپنی حیات کے اس کٹھن موڑ پر پیش آنے والے اس منحوس واقعے کی ہر ہر ساعت کو بھلانا چاہتی تھی۔ اپنے دل کی دیواروں پہ اس واقعے کے ثبت ہونے والے بدصورت نقش و نگار کو کھرچ دینا چاہتی تھی۔ اگلے کئی روز تک وہ گھر میں مقید رہی۔ اس نے وہ جاب چھوڑ دی تھی۔

''میری بھی یہی خواہش تھی کہ تم ملازمت چھوڑ دو۔ میں تمہارے اس فیصلے سے بہت خوش ہوں۔ ویسے بھی ہمیں اب تمہاری ملازمت کی کچھ خاص ضرورت نہیں۔ میں اس گھر میں صرف تمہاری شادی تک رہنا چاہتی ہوں۔ تمہاری شادی کے بعد مجھے امی جان اور بابا جان کے ساتھ رہنا پڑے گا۔ میں اس گھر کو بیچنا چاہتی ہوں تاکہ دھوم دھام سے تمہاری شادی کر سکوں۔ تم جس گھر کی بہو بن کر جاؤ وہاں تمہیں بے پناہ عزت حاصل ہو۔ یہ کچھ تصویریں ہیں۔ تمہاری اگر کوئی پسند ہے تو بیٹا اس کے لیے بھی سوچا جا سکتا ہے۔ تم اپنی زندگی کے فیصلے کے لیے خود مختار اور آزاد ہو اور اگر تم نے ابھی شادی کے لیے کوئی مرضی' کوئی پسند کسی پیکر میں نہیں ڈھالی تو پھر تم اپنی ماں کو یہ حق سونپ دو کہ وہ تمہارے لیے کوئی فیصلہ کرے مگر ہاں یا ناں کا اختیار پھر بھی تمہیں حاصل رہے گا' بس مجھے اب تمہاری جلد شادی کی خواہش ہے یہ جو پہلی تصویر ہے مجھے سب سے زیادہ پسند آئی ہے یہ لڑکا بابا جان کی پسند ہے ملازمت نئی نئی ہے۔ تنخواہ بھی معقول ہے اور اچھے خاندانی شریف اور باوقار لوگ ہیں۔ ماں کا انتقال ہو چکا ہے۔ گھر میں صرف تین افراد ہیں' اس لڑکے سے چھوٹی بہن اور ضعیف والد ہیں۔ تم اچھی طرح سوچ سمجھ لو تو پھر مجھے اپنا فیصلہ بتا دینا لیکن ذرا جلدی کیونکہ ان لوگوں کو شادی کی جلدی ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ اتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے نکل جائے۔'' زہرہ بیگم نے بات ختم کر کے ایک ممتا بھری نگاہ سے اس کے جھکے چہرے کو دیکھا' اس کے رخسار کو محبت سے چھو کر تھپکا اور اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کے باہر چلی گئیں۔

چند ساعتیں چپ چاپ گزر گئیں۔ کشمالہ کی پلکیں بھیگ رہی تھیں پھر اس نے ایک نظر کمرے کے نیم وا دروازے پر ڈالی اور آہستگی سے اپنی نگاہیں دروازے سے ہٹا کے اپنی گود میں رکھی تصویروں پر ٹھہرا دیں' کئی لمحے خاموشی سے بیت گئے اور کتنی ہی ساعتیں پہلے سے بھی زیادہ سست رفتاری سے گزرتی چلی گئیں۔ وقت اس کے لیے جیسے یکلخت ہی ٹھہر سا گیا تھا اور تمام پل اس کی نگاہوں کے زاویے تک رک سے گئے تھے۔ اگر اس کی زندگی کا فیصلہ اسی طور' اسی انداز سے ہونا تھا تو پھر کیا ضروری تھا کہ ایاز اس کی زندگی میں آتا۔ ایاز کا اس کی زندگی میں آنا اس کے لیے جس قدر خوش کن تھا۔ اس کا چلے جانا اس سے کہیں زیادہ تکلیف دہ اور عذاب ناک تھا' اس کی انگلیوں نے ٹٹول کر اس پہلی تصویر کو چھوا اور پھر کناروں سے اپنی پوروں میں تھام لیا۔ اس نے تصویر اپنی نظروں کے سامنے کی۔ اس کے بائیں ہاتھ کی انگلیوں نے تصویر پہ جھلکتی صورت کو چھپا رکھا تھا۔ اس نے سست رفتاری سے دھڑکتے من سمیت دھیرے دھیرے اپنی انگلیوں کو اس تصویر سے سرکانا شروع کیا۔ اس کی شہادت کی انگلی تلے مضبوط گردن سے اوپر ایک ہلکے بھنور والی ٹھوڑی کی جھلک ابھری۔ ایک' دو' تین' دھیرے دھیرے اس نے سب انگلیاں تصویر پر سے اٹھا لیں۔ ان جانی مسکراتی صورت اس کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ کشادہ غلافی آنکھیں' متوازن ناک' شفاف رنگت' خم دار لب' آنکھوں میں چمکتی نیلی روشنیاں' کشمالہ کا دل ان نیلی آنکھوں میں اٹک کر ایک اندیشے کے بوجھ سے بوجھل ہو کر رہا۔

''آنکھوں کا نیلا رنگ انسان کے بے وفا ہونے کا بھید کھولتا ہے۔ ارے بھئی یوں گھورو مت' سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نے اکثر سنا ہے وہ لوگ زبردست قسم کے بے وفا ہوتے ہیں جن کی آنکھوں کا رنگ نیلا ہو۔ تم اکثر یہ نیلے لینز اپنی آنکھوں میں اٹلے رکھتی ہو لگتا ہے تمہاری ذات میں بھی کہیں نہ کہیں بے وفائی کے جراثیم موجود ہیں اسی لیے تم کو آنکھوں میں نیلا رنگ پسند ہے۔'' اسے ایاز کے چند الفاظ یاد آئے جو اس نے ایک کولیگ بینا سے کہے تھے۔ کشمالہ کے دل سے ہوک اٹھی۔

''مگر تمہاری آنکھوں میں تو بے وفائی کا رنگ نہ تھا پھر تمہاری سرشت میں بے وفائی......'' زیر لب بڑبڑاتے وہ لب سختی سے بھینچ گئی۔ پھر اس نے تصویر کو بے دھیانی کے عالم میں تکتے ہوئے شہادت کی انگلی ان دو مسکراتی جگمگاتی نیلی آنکھوں پر آہستگی سے پھیرتے ہوئے بہت بے جگری اور بے حد بے دردی سے ایک فیصلہ کیا تھا۔ اپنا آپ کسی اور کو سونپنے کا فیصلہ......

''میرے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔'' اس نے جیسے اپنے کسی جرم کی خود کو سزا سنائی تھی اور اس پہلی تصویر پر ایک آخری نظر ڈالنے کے بعد اس نے اس تصویر کے ساتھ باقی سب تصویروں کو بھی اپنی بائیں سمت بیڈ پر پٹخ دیا تھا اور چہرہ گھٹنوں پر رکھی باہوں میں چھپائے ایک بار پھر سسک رہی تھی اور شاید آخری بار اور اس کے بعد وہ کوئی آنسو اپنی آنکھ سے چھلکا نہ سکے گی یہ بات وہ اچھی طرح جانتی تھی کیونکہ آج کے بعد اس کے آنسو ہی نہیں اس کی آنکھیں بھی اور اس کی مکمل ذات بھی اس کی نہیں رہنی تھی۔

کشمالہ نے اگر اپنی حیات میں کبھی رنگوں' روشنیوں' مسکراہٹوں' ترنگ بھری امنگوں کے اپنی ذات کا حصہ بن جانے کی دعا کی تھی تو وہ ضرور قبول ہوگئی تھی۔ اسے شکر ادا کرنے کا دھیان رہا تھا نہ دل میں اپنے رب کی کرم نوازی کے لیے ممنون و مشکور ہونے کا احساس' کیونکہ اس کی زندگی کی ان دلفریبیوں سے ہمکنار انوکھی ڈگر پر راحت' خوشی' نئی آزمائش کھڑی اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ امبر اس کی نند جس کا چہرہ' جس کی ذات اس کے لیے آزمائش بن کر اس کی ازدواجی زندگی کے آغاز پر ہی اس کی قسمت کے مقابل موجود تھی۔ انسان کا کوئی نہاں اور پوشیدہ راز کبھی وقت اس ڈھنگ سے اس سنگ دلی سے فاش کر سکتا ہے یہ کشمالہ کبھی سوچ بھی نہ سکتی تھی۔ اس روز جب ایاز نے اس کے جذبات کی پذیرائی کی ان لمحوں میں وہ روح تک پھول کی طرح ہلکی پھلکی ہو کر شادمانی کی مہکار سے معطر ہونے کو تھی پر وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے دل سے اس خوشی سے ملن کے بعد بس دو قدم آگے بے بسی' مایوسی' شکست و ناکامی اس کے مجروح جذبوں کے استقبال کے لیے موجود تھی۔ ایاز سے اظہار محبت کرنے کے بعد وہ روح تک شانت ہوئی تھی کہ ایاز کی مدھر مسکراہٹ نے اسے رگ رگ تک سرشار کیا تھا۔ پر یہ سرشاری بس چند لمحاتی تھی جس کے بعد ایاز کی مسکراہٹ میں پہلی معنی خیزی نمایاں ہو کر اس رنگ میں ڈھلی تھی کہ جیسے کسی بچے کی حماقت پر کوئی پل بھر کے لیے الجھ کر مسکرا دے اور آنکھوں میں مدمقابل کو مرعوب کر دینے والی پراعتمادی کی چمک تھی۔

''اور اب تم مجھ سے یہ کہنا چاہو گی کہ تم کو مجھ سے شادی کرنے کی خواہش ہے یا پھر تمہیں مجھ سے یہ سننے کی تمنا ہوگی کہ میں تم سے یہ کہوں کہ ہاں میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں اور میں بھی تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں کیا مضحکہ والی بات ہے یہ کہ دو دل ملے نہیں' ذرا سی ذہنی ہم آہنگی ہوئی نہیں اور بس بات شادی' محبت چٹ منگنی پٹ بیاہ تک جا پہنچے' دیکھو میری بات سنو' مرد اور عورت کی پسندیدگی کے نتیجے میں کیا بس ایک یہی شادی وادی والا رشتہ قائم کر لینا ہی ضروری ہوتا ہے کیا دوستی پسندیدگی کے رشتے کو قائم رکھنے کے لیے کیا کافی نہیں۔ شادی تو مجھے ایک بہت بھاری ذمہ داری لگتی ہے اور اس سے کہیں زیادہ بورنگ' خیر تمہارا بھی قصور نہیں' یہ مسئلہ دنیا میں ہر جگہ عورت ذات میں تقریباً برابر پایا جاتا ہے کہ دنیا میں اس کے لیے کوئی اچھا سا آدمی ہو یا پھر کوئی اچھا سا دوست ہو اور پھر وہ اس کا اچھا سا لائف پارٹنر بھی بن جائے جو اس کا اچھا سا شوہر کہلائے اور اس کی اولاد کا اچھا سا باپ بھی......'' ایاز اپنی جون میں بولے چلا جا رہا تھا اور کشمالہ گم صم' دنگ ہو کر فق چہرے کے ساتھ ان الفاظ کو سننے پر مجبور تھی۔ ایاز کا لہجہ مدھم اور حسب عادت نرم اور سلجھا ہوا تھا اس کے الفاظ' ہاں اس کے الفاظ نے اسے ہر ملاقات کے ہر لمحے میں مسحور' حیران اور مرعوب کیا تھا پر یہ الفاظ...... کشمالہ کو اعتراف تھا کہ اس نے اپنی پوری حیات میں کبھی بھی کہیں بھی پہلے ایسے بدصورت الفاظ نہ سنے تھے۔

''دیکھو! آج ایک حقیقت تم نے مجھے بتائی جس کے لیے میں واقعی بہت شکر گزار ہوں تمہارا کہ تم نے مجھے اس قابل جانا اور آج ایک حقیقت میں بھی تم کو بتاؤں گا وہ یہ کہ فی الحال میرا شادی کا اگلے کئی سالوں تک کوئی ارادہ نہیں اور جب بھی میں شادی کروں گا تو ایسی لڑکی سے جس سے میری دوستی نہ رہی ہو۔ پتہ نہیں تم میری رائے سے متفق ہوگی یا نہیں پر میری عقل کا یہی فیصلہ ہے عورت اور مرد میں دوستی کے بعد کوئی دوسرا رشتہ قائم ہو جائے تو کبھی کبھی عمر بھر کی بے اعتباری' شک اور ناپختگی ازدواجی زندگی کے مختلف مراحل میں مشکلات پیدا کرتی رہتی ہے۔ ہم شاید ایک دوسرے پر ایسا اندھا اعتماد نہ کر سکیں جیسا کہ ابھی تم نے مجھ سے کہا کہ میں تمہاری

زندگی میں آنے والا پہلا ایسا مرد ہوں جسے تم روح کی گہرائیوں تک اپنا سمجھتی ہو۔ چلو باقی باتوں پر تو یقین کیا بھی جا سکتا ہے مگر یہ تمہاری زندگی میں آنے والے پہلے مرد والی بات کچھ آسانی سے پلے نہیں پڑنے والی' سچ پوچھو تو شادی کے بعد کی تو الگ بات مگر مجھے تو اس وقت بھی تم جیسی جاب کرنے والی لڑکی کے منہ سے ایسی باتیں سن کر ہنسی آرہی ہے' ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ آج سے پہلے کبھی میرے علاوہ کوئی اور مرد یوں میری طرح تمہارے قریب......'' ایاز کے منہ سے ادا ہونے والے ان لفظوں کے بعد دوسرا کوئی مزید ایک بھی لفظ آواز نہ پا سکتا۔ ایاز کے چہرے پر سکون کے نقوش میں یک دم بھونچال برپا ہوا تھا۔ وہ کھلے منہ' پھٹی پھٹی آنکھوں' اڑتی رنگت سمیت پانی میں تر چہرے کے ساتھ ہکا بکا رہ گیا۔ بہت دیر سے خود پر ضبط کیے بیٹھی کشمالہ نے شدید نفرت اور اشتعال کے عالم میں ٹیبل پر رکھا پانی سے بھرا گلا ہاتھ میں لے کر پانی اس کے چہرے پہ پھینکا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اچھل کر ساکت رہ گیا تھا۔

''میرے پاس کسی کو ہوش میں لانے کا اس سے زیادہ کوئی دوسرا موثر طریقہ نہیں۔ میں نے تم سے جو بھی کہا مجھے اس کا عمر بھر افسوس رہے گا۔ پر تم نے شاید ٹھیک سے سنا نہیں میری ہر بے وقوفی' ہر خطا اپنی جگہ لیکن میں نے تم کو کبھی پروپوز نہیں کیا اور آج کے بعد نہ ہی میرا ایسا کوئی ارادہ ہے' امید ہے کہ تمہیں ہماری یہ آخری ملاقات تا زندگی یاد رہے گی۔'' ایک ایک لفظ ضبط سے بولتی وہ بظاہر بہت سکون کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔ ریسٹورنٹ میں موجود سب لوگ ان دونوں کی سمت متوجہ ہو چکے تھے۔ سب کے چہروں پر حیرت اور آنکھوں میں اس منظر کے لیے بے یقینی اور دلچسپی کا رنگ جھلک رہا تھا۔ کشمالہ نے سکون اور آہستگی کے ساتھ اپنی بات مکمل کی تھی۔ اطمینان سے چہرہ حجاب میں چھپاتی وہاں سے جانے کے لیے باہر کے دروازے کی سمت پلٹی۔ اسی لمحے ریسٹورنٹ میں جیسے ایک اور بھونچال سا آ گیا ہو۔ ان تینوں افراد کے چہرے خطرناک تاثرات کی عکاسی کر رہے تھے۔

''تو تم نہیں سدھرو گے؟'' سب سے آگے آنے والے ادھیڑ عمر آدمی نے ریسٹورنٹ کی ایک چیئر پر براجمان ایک نوعمر لڑکے کو بازو سے کھینچ کر اپنے مقابل کھڑا کیا۔ لڑکے نے گھبرا کے اپنے ساتھ موجود لڑکی کی جانب دیکھا۔ کشمالہ اس دوران ان تینوں کی طرف دیکھتی رہی۔ اسے لگا وہ کہیں پہلے بھی ان تینوں آدمیوں کو دیکھ چکی ہے۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی گم صم کھڑی سامنے کے منظر کو یک ٹک تک رہی تھی۔ ریسٹورنٹ کے تھوڑی دیر پہلے والے ساکت و پرسکون ماحول میں اب یکا یک ہی بے سکونی اور ارتعاش پھیل چکا تھا۔ ہر سمت چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں۔ تھوڑی دیر پہلے تماشہ بن جانے والا ایاز بھی اب تماشائی بنا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

''وہ...... ڈیڈی...... میں نے آپ سے پرامس کیا تھا ناں کہ میں آئندہ اپنی کسی بھی گرل فرینڈ کے ساتھ......'' لڑکے نے ہکلا کر جلدی سے کہنا چاہا۔ لڑکی نے اس کے منہ سے ''کسی بھی گرل فرینڈ'' کے الفاظ سن کر ٹھٹک کر اسے دیکھا تھا۔

''اسی لیے تم آج پھر اس کے ساتھ یہاں موجود ہو۔ ہماری عزت کی دھجیاں اڑانے کے لیے......'' وہ ادھیڑ عمر آدمی اس کا بازو جھٹک کر گرجا۔

''سوری ڈیڈی...... پر آپ یقین کریں یہ آخری دفعہ ایسا ہوا آئندہ پھر کبھی میں آپ کو کسی شکایت کا موقع نہ دوں گا۔ آئی پرامس ڈیڈی۔'' وہ لڑکا پھر منمنایا۔ وہ ادھیڑ عمر آدمی لڑکے کو گھور کر لڑکی کی سمت گھوما۔

''سنو لڑکی! یقیناً اس نے تم سے کوئی الٹی سیدھی بکواس کی ہوگی۔ اگر ایسا کچھ ہے میرا مطلب ہے کہ اس نے تم سے کوئی فضول قسم کے سنہری خواب دکھائے ہیں تو تم وہ سب کچھ بھول جاؤ اور آئندہ اس کے ساتھ اپنی دوستی کو ختم سمجھو۔ آئندہ تم مجھے اس کے ساتھ کہیں بھی دکھائی دیں تو یاد رکھو میری تمہاری اگلی ملاقات پھر تمہارے گھر پہ ہوگی۔ مجھے مجبوراً تم سے اس کا پیچھا چھڑانے کے لیے تمہارے سرپرستوں کی مدد لینا پڑے گی اور تم بے ہودہ لڑکے' چلو میرے ساتھ۔ تم سے تو میں گھر چل کر نمٹوں گا۔'' اس آدمی نے بیک وقت ان دونوں کو دن میں تارے دکھائے تھے اور جس طوفانی انداز میں وہ گرجا لڑکے کی حالت مزید متغیر ہو گئی۔ اس نے بے بسی کے عالم میں چور نظروں کے ساتھ لڑکی کو دیکھا جو اچانک گھبرا کے اس کی طرف لپکی اور گھبرا کے اس کا بازو تھاما تھا۔

''یاسر...... یاسر! تم اپنے ڈیڈی کو سچ کیوں نہیں بتاتے۔ تم ان کو بتاؤ ناں کہ ہم دونوں نے اپنی زندگی کے لیے کیا سوچا ہے۔'' وہ پریشان چہرے سہمی نظروں سے لڑکے کو دیکھتی اسے پتہ نہیں کیا کہنے کیا بتانے کے لیے آمادہ کرنا چاہتی تھی۔ لڑکے نے خالی خالی نگاہ لیے لڑکی کے گھبرائے چہرے کی جانب دیکھا اور پھر بازو چھڑا کے اس سے دور ہوا۔ لڑکی نے تڑپ کے دوبارہ اس کی سمت قدم بڑھائے۔

''یاسر...... یاسر! تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ...... کہ ہم......''

''مجھے...... کچھ یاد نہیں...... ہم بس دوست تھے۔ صرف دوست۔'' لڑکے نے لڑکی کی بے چینی اور تڑپ کو نظر انداز کر کے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر باپ کے پیچھے میکانکی انداز میں پیش قدمی کرتا ریسٹورنٹ سے باہر چلا گیا۔ کشمالہ اسی دم کسی بھیانک خواب سے بیدار ہوئی تھی۔ اسی پل اسے یاد آیا کہ اس ادھیڑ عمر آدمی کو اس نے ریسٹورنٹ سے باہر کچھ دیر پہلے دیکھا تھا۔ وہ لوگ شاید ان دونوں کے باہر آنے کا انتظار کرنے کے بعد خود ہی اندر آ گئے تھے اور اس لڑکے کو بھی اس نے ریسٹورنٹ کے باہر دیکھا تھا جب وہ اپنے ساتھ والی لڑکی کے ہمراہ کشمالہ سے چند قدم آگے چلتا ریسٹورنٹ کی عمارت کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا اور وہ لڑکی جس کو اس نے اپنی شادی سے پہلے اس ریسٹورنٹ میں دیکھا تو اسے نہیں جانتی تھی مگر اب وہ شادی کے بعد اس لڑکی کو بہت اچھی طرح سے جانتی تھی وہ لڑکی امبر تھی...... اس کی نند امبر......

کشمالہ کی زندگی میں شادی کے بعد ایک ہلچل سی مچ گئی تھی۔ اس کی تمام تر الجھن اور گھبراہٹ ایک طرف پر درحقیقت اس کی زندگی یک دم ہی بہت خوب صورت ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا جیسے کئی رنگ اس کی زندگی میں اتر آئے ہوں۔ وقت نے اسے کتنی جلدی بدل دیا تھا۔ وہ بظاہر خوش ہوتے ہوئے بھی اندر سے مضمحل اور دل گرفتہ تھی۔ قدرے اداس و پژمردہ' نامکمل اور ادھوری ادھوری۔ فراز کے ملنے کے بعد اس کی ذات مکمل تھی پھر بھی کسی شے کی اس کی زندگی میں کمی رہ گئی تھی پر کیا؟

امبر کے رویئے' کسی بات یا کسی انداز سے یہ ظاہر نہ ہوا تھا کہ وہ کشمالہ کو پہلے بھی جانتی ہے یا ریسٹورنٹ میں دیکھ چکی ہے۔ ویسے بھی کشمالہ کا لب و لہجہ اس روز ریسٹورنٹ میں ایاز سے بات کرتے وقت اتنا ہی مدھم تھا کہ اسے فقط سامنے بیٹھا ایاز ہی سن سکتا اور نہ ہی ایاز کے علاوہ کوئی اور اس کی صورت دیکھ سکتا تھا کیونکہ کشمالہ نے صرف ایاز کے لیے ہی چہرے سے حجاب ہٹایا تھا۔

کشمالہ کو یقین تھا کہ امبر اسے نہیں پہچان پائے گی پر معلوم نہیں پھر بھی کیوں کشمالہ کو یہ خدشہ لاحق تھا کہ اب جب کہ وہ ایاز کے نام پر ایاز کی یاد میں اپنی آنکھوں سے چھلک جانے والے ہر قطرۂ اشک تک کو بھی کبھی نہ چھلکنے دینے کے عزم کے ساتھ جھٹک چکی تھی تو زندگی کہیں پھر اس کے لیے اذیتوں اور کرب کا' کوئی نیا باب نہ لکھنا چاہتی ہو مگر اب ایسا ہوتا بھی تو وہ بھلا کیا کر سکتی تھی سوائے درد سہنے ہر آزمائش کو جھیلنے کے۔ اب تو وہ اس مقام پر کھڑی تھی کہ جہاں کوئی حرفِ دعا بھی اس کے ہونٹوں پہ نہ مچلتا تھا۔ اب اس کے پاس اس کے دل و روح کی اجڑی سلطنت میں بچا ہی کیا تھا جو وہ مزید کسی نقصان کا سوچ کر خائف ہوتی۔ اس نے خود کو پوری طرح وقت کے رحم و کرم پہ چھوڑ دیا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ اسے اپنے آپ سے بھی نفرت ہو چکی تھی' اپنی ذات سے بھی اس کی دلچسپی ختم ہو چکی تھی۔ شادی کا فیصلہ بھی اس نے ماں کی خاطر کیا ورنہ اس کے تو سب ارمان مر چکے تھے۔ سب امیدیں ناکامی و نامرادی کے بھڑکتے الاؤ میں جل کر خاکستر ہو گئی تھیں' اس کے وجود سے روحانی تسکین اور اس کے قلب سے خوش رہنے کی تمام تر امنگیں اپنی موج و ترنگ سنگ شکست کے آتش فشاں میں جل کر بھسم ہو چکی تھیں' اسے نہیں لگتا تھا کہ وہ اب پھر کبھی اپنے دل کی خوشی اور مرضی کے ساتھ خوش رہ سکے گی۔

اسے اس بے درد کا چہرہ نہ بھولتا تھا' اس کی آنکھیں' اس کے بھلانے کی کوشش سے بھی نہ بھلائے جانے والے نقوش' اس کی آواز۔ اس کی مسکراہٹ اس کی ہنسی' اس کی باتیں' آخر وہ کیا کیا بھلاتی اور کیسے بھلاتی؟

اس کے دل نے ایاز کو اسی قدر کہ جیسے دمِ آخر بے بسی سے تڑپنے والے کسی مریض کو بس دعا کی ضرورت ہو۔

اور ایاز کے بعد...... ایاز کے بغیر وہ جیسے اپنے آپ میں ہی اپنی روح کی گہرائیوں میں کہیں دور...... بہت دور کھو گئی تھی۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا دنیا میں' سب کچھ ویسا تھا جیسا ایاز کی سنگت میں محسوس ہوتا تھا۔ بس ایاز نہ تھا۔ کاش ایاز کے دل میں اس کے لیے ایمان داری اور سچائی ہوتی۔ کاش وہ ایاز سے کبھی نہ ملی ہوتی یا پھر اس کی زندگی میں نہ آیا ہوتا۔ کاش وہ کبھی ایاز پر اعتبار نہ کرتی۔ کشمالہ کی زندگی اب بس ایک کاش کے آڑھے ترچھے دائرے میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔

دنیا کی نظر میں وہ خوشحال ازدواجی زندگی بسر کرنے والی خوش نصیب لڑکی تھی پر وہ کرچی کرچی روح لیے گھٹ گھٹ کے زندگی کے پل گزار رہی تھی اور فراز کی ایک اپنی ہی دنیا تھی جس میں وہ شادی سے پہلے بھی بہت مصروف تھا اور شادی کے بعد بھی...... اور کشمالہ کی قسمت اسے کیا بتلانا چاہتی تھی وہ سمجھ ہی نہ پا رہی تھی۔ کشمالہ کی ذہنی حالت دن بدن کمزور اور روحانی کیفیت روز بروز تکلیف دہ ہوتی چلی جا رہی تھی۔

کبھی کشمالہ کو یہ احساس بے چین کر دیتا کہ وہ دل میں ایک غیر نامحرم مرد کی چاہت لیے اپنے شوہر کی مجرم اور اپنے پروردگار کے روبرو گناہ گار ہو رہی ہے۔ کبھی یہ خدشہ اس پر گھبراہٹ طاری کر دیتا کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے کہیں کسی گمنام سمت نہ چل کھڑی ہو۔ اسے حقیقت...... حالات...... ایاز کو کھو دینے کا صدمہ اور فراز کی ان چاہی سنگت و قربت کبھی کبھی یکلخت اس قدر بے دم و نڈھال کر ڈالتی تھی کہ وہ اکتا سی جاتی اسے کچھ بھی اچھا نہ لگتا۔ اور ایسے میں وہ خودکشی کا کوئی ایسا طریقہ سوچا کرتی جو تکلیف و کرب کے احساس سے عاری ہو۔

''امبر کی منگنی......؟'' اس روز اس نے اپنے سسر کی بات کے جواب میں حیرت سے ان کی طرف دیکھا تو اس کی نظروں میں ایک سوال بھی تھا۔ اعجاز خان کے چہرے پر طمانیت بھری مسکراہٹ تھی۔

''امبر کی بات...... بہت پہلے امبر کے پھوپی زاد اویس سے طے کر دی گئی تھی۔ امبر اس وقت تیرہ برس کی تھی۔'' اعجاز خان نے بتایا اور اندر سے نکل کر وہیں لان کی سمت آتی امبر کو دیکھا۔

''امبر جانتی ہے......؟'' کشمالہ نے پوچھا۔

''ہاں...... امبر جانتی ہے۔'' اعجاز خان بولے۔

''کیا امبر اس رشتے سے خوش ہے......؟'' کشمالہ کے دل میں ایک مانوس سی بے چینی دھیرے دھیرے پھیلنے لگی۔ اس کی نظریں بھی اعجاز خان کی نظروں کے تعاقب میں اٹھیں۔ اس نے دیکھا امبر بھاپ اڑاتی چائے سے لبریز مگ اور اسنیکس ٹرے میں لیے ادھر ہی آرہی تھی۔ اس نے کشمالہ کو متوجہ پا کر پیار بھری مسکان ہونٹوں پر سجائی۔ کشمالہ نے بھی اس کا جواب مسکراہٹ سے دیا۔

''امبر اویس کو ناپسند نہیں کرتی۔'' اعجاز خان بولے۔

''گرما گرم چائے حاضر ہے۔'' امبر قریب آچکی تھی۔ اس نے ٹرے سامنے چھوٹی میز پر رکھی۔ ان دونوں کو چائے سے بھرے مگ پیش کیے۔ کشمالہ نے دیکھا اس کا چہرہ پرسکون تھا۔ اس کی آنکھیں طمانیت کی چمک سے دمک رہی تھیں اور ہونٹ مسکرا رہے تھے۔ اب وہ ان دونوں کے سامنے اسنیکس سے بھری ہوئی پلیٹیں ٹیبل پہ دائیں بائیں رکھ رہی تھی۔ اعجاز خان نے ہاتھ بڑھا کر اپنی سمت رکھی پلیٹ اٹھالی۔ امبر بھی اپنی پلیٹ اور مگ سنبھال کر کرسی پر براجمان ہو چکی تھی۔ کشمالہ نے تساہل کے عالم میں چائے سے بھرا مگ واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔

''لگتا ہے آپ دونوں میری تعریفیں کر رہے تھے ہے ناں بابا جانی۔'' امبر نے حسبِ عادت چہکتے لہجے میں دریافت کیا۔ اعجاز خان ہنس پڑے۔

''نہیں ہم دونوں تمہاری تعریفیں نہیں کر رہے تھے۔ میں کشمالہ بیٹی کو یہ بتا رہا تھا کہ امبر اویس کو ناپسند نہیں کرتی اور یہ کہ امبر اور اویس کی بات بہت پہلے......''

''بابا جانی! آپ تو ہر وقت اویس کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔'' امبر نے باپ کی بات کاٹتے ہوئے منہ بسورا۔ کشمالہ نے ایک بار پھر آنکھوں میں حیرت لیے اس مرتبہ امبر کو بغور دیکھا امبر کا لہجہ ضرور تیز تھا پر اس کے گالوں پر سمٹتی بکھرتی لالی کے رنگ نے کشمالہ کو چونکا دیا۔ اعجاز خان ہنس کر امبر سے کچھ کہہ رہے تھے۔ کشمالہ سن کر بھی نہ سمجھ پائی کہ اس کے اندر ایک شور بلند ہو رہا تھا۔ کشمالہ نے اسی کھوئی بکھری کیفیت میں چائے کا مگ اٹھایا۔ شور بدستور بلند ہو رہا تھا۔ کشمالہ کو لگ رہا تھا

صرف اس کی ذات کے اندر ہی نہیں بلکہ اس کی ذات سے باہر بھی یہ شور چہار اطراف سے بلند ہو رہا ہے۔ کئی چہرے کشمالہ کے سامنے تھے۔

"فراز...... یاسر...... یاسر...... فراز...... یاسر اور اویس...... اویس اور امبر...... فراز...... کشمالہ اور...... ایاز......" اور وہ آخری چہرے کے تصور میں بھی پل بھر کی جھلک بھی اب برداشت نہ کر سکتی تھی۔ اب بھی یہی ہوا تھا۔ اس کا دل اتنی شدت سے دھڑک رہا تھا جیسے اگلے کسی پل پھٹ جائے گا۔ امبر کے چہرے پہ بے تحاشہ اطمینان اور سکون خوشی بن کر چمک رہا تھا جو یاسر کو بھلا دینے کا کھلا ثبوت تھا۔ کشمالہ نے ان دونوں کو خالی خالی نظروں سے تکتے ہوئے اپنے ہاتھوں میں پکڑے مگ کے گرد گرفت مضبوط کرنے کے بعد چائے کا مگ ہونٹوں سے لگایا۔ اس کے ہاتھ دھیرے دھیرے لرز رہے تھے۔

کشمالہ کے ساتھ جو ہوا وہ اس سے بے خبر تھی۔ کشمالہ کی ذہنی، قلبی و روحانی حالت نفسیاتی و جذباتی کشمکش کے پے در پے جھٹکوں کے بعد بالکل تباہ ہو چکی تھی۔ وہ دنیا میں زندگی بسر کرنے والے ان ہی لوگوں کی صف میں شامل ہو چکی تھی جو لاتعداد خدشات، ان گنت دشواریوں اور کئی قسم کے سمجھوتوں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں جو انسان کو فقط ایک بار ملتی ہے۔

کشمالہ اب بس صبر کرنا سیکھ رہی تھی۔ اپنی ذات کو درپیش مشکل اور دشواری میں وہ بھی قدرت کی معلوم نہیں کون کون سی مصلحتیں تلاشتی رہتی۔ زندگی کو سہل بنانے کے لیے وہ استقامت و قناعت کے سارے جتن آزما رہی تھی۔ بہت ممکن تھا کہ اسے اس اقدام میں کچھ کامیابی حاصل ہوتی اور اسے زندگی کو اسی طور گزارنے کی عادت پڑ جاتی مگر اچانک وقت نے اسے اپنا ایک اور رنگ دکھایا تھا۔

وہ ماہ صفر کے پہلے عشرے کے اولین ایام تھے کہ جب ایک مرتبہ پھر کشمالہ کے دل و دماغ پر ایاز کی یاد کے بوجھ نے ناقابل برداشت دباؤ ڈالا۔ اسے ڈر لگنے لگا کہ اچانک اپنا تمام صبر و ضبط کھو کر وہ اپنے سر پر خاک ڈال کر ننگے سر، ننگے پاؤں ایاز ایاز پکارتی کہیں کسی ویرانے کی طرف نہ نکل کھڑی ہو۔ ایسا کچھ ہونے سے پہلے ہی اسے کسی سائیکاٹرسٹ کے پاس چلے جانا چاہیے۔ کشمالہ نے بہت گھبرا کے بالآخر پہلی بار اپنے علاج کے بارے میں سوچنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے خود کو مزید مصروف رکھنے کا بھی فیصلہ کیا۔ اس نے ایاز کو خواب میں دیکھا تھا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ خواب ادھورا رہ گیا۔ اس کی نیند اڑ گئی، اس کا بدن پسینے میں شرابور تھا۔ اسے اپنے سن ہوتے دماغ میں چیونٹیاں رینگتی محسوس ہو رہی تھیں اور سینے میں دل کے مقام سے درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ فراز گھر میں موجود نہیں تھا وہ شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ کشمالہ کی دوبارہ آنکھ نہ لگی۔ باقی رات اس نے زور زور سے دھڑکتے بے قرار دل اور ایاز کی یاد میں روتی آنکھوں کے ساتھ بستر پہ بے کلی کے عالم میں کروٹیں بدلتے گزاری۔ اگلا دن بھی اس نے خوف اور سوگواری کی حالت میں گزارا۔ شام ڈھل چکی تھی جب فراز نے گھر میں قدم رکھا۔ فراز کے آنے کے بعد گھر میں پھر سے کچھ ہلچل مچ گئی۔ شام کی چائے ان تینوں کے ساتھ پینے کے بعد وہ کسی دوست کے پاس جانے کے لیے گھر سے نکل گیا۔ رات کے کھانے کے وقت سے کچھ پہلے وہ واپس آیا تو کھانے کے فوراً بعد پھر اس کے کسی دوست کی کال آ گئی۔ اعجاز اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔ امبر برتن واپس کچن میں چھوڑنے گئی تھی۔

"میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔ تم سو مت جانا سویٹ گرل۔" اپنے سیل فون پہ دوست سے فوراً آنے کا وعدہ کرنے کے بعد اچانک کشمالہ کے رخسار کو چھوتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اچانک کشمالہ کا جی چاہا وہ اس سے کہے کہ وہ اسے اس وقت چھوڑ کے کہیں بھی نہ جائے پر وہ باوجود کوشش کے فراز کو نہ پکار سکی نہ روک سکی۔ فراز جانے کے لیے پلٹ چکا تھا۔ وہ مہر بہ لب ہوئی بیٹھی اسے دور جاتے دیکھتی رہی تھی وہ اب نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

شادی کے بعد فراز اس قدر مصروف رہا تھا کہ بمشکل دو ہفتے کشمالہ نے اس کی سنگت میں گزارے تھے۔ کچھ وقت ناشتے کے دوران اور پھر رات کو کھانے کے اوقات میں۔ اس کے علاوہ کوئی ایسا لمحہ نہ ہوتا کہ جب فراز کی قربت اسے میسر ہوتی سوائے اس کے کہ وہ اسے ناشتے کے لیے جگاتی اور پھر رات میں کھانے کے بعد بھی وہ کچھ ضروری فائلز یا پھر کمپیوٹر کے ساتھ سر کھپاتا نظر آتا تب ان کے درمیان ہلکی پھلکی گفتگو کا سلسلہ چلتا یا پھر وہ عشاء کی نماز ادا کرنے والد کے ساتھ گھر سے چلا جاتا واپس آتا تو تھکن اس پر حاوی ہوتی اور وہ جلد سونے کا عادی تھا۔ بس یہ تھی کشمالہ کی اب تک کی ازدواجی زندگی کی کہانی کے حالات اور معمولات جو کشمالہ کے دل و دماغ پہ مثبت کے بجائے منفی اثرات چھوڑ گئے تھے اور وہ اپنی ذات میں اور بھی اکیلی اور تنہا ہو گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا ماضی اس کے حال کو مایوسی کی دلدل میں بآسانی دھکیل رہا تھا اور اس وقت بھی اسے فراز کا دور جانا تکلیف دے رہا تھا پھر رات فراز واپس آیا تو وہ بیڈ روم میں تھی۔ فراز نے آتے ہی اس کے گرد اپنی چاہتوں کا خوشبو بھرا ایسا حصار کھینچا کہ وہ دنگ رہ گئی۔ اسے یہ دیکھ کر یقین نہ آیا کہ فراز اس کے شانے پر پیشانی ٹکائے دھیرے دھیرے اپنی مصروفیات کے لیے اس سے پشیمانی بھرے کلمات ادا کر رہا تھا۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ پچھلے دنوں کمپنی کی طرف سے اس پر کام کا بہت بوجھ رہا تھا۔

"مجھے بابا جان نے بہت بری طرح ڈانٹا ہے کہ تم دلہن بیگم کو تنہا یہاں کونوں کھدروں میں چھوڑ کر خود کہاں بھاگے بھاگے پھرتے ہو اور مجھے خود بھی احساس ہے ان تین ہفتوں میں تمہیں میں ٹھیک سے کچھ بھی نہیں دے پایا۔ نہ وقت، نہ توجہ اور نہ پیار...... میں اب تم سے زیادہ دیر دور نہیں رہا کروں گا بس آفس اور پھر اس کے بعد میں اور تم...... کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟" بات کرتے کرتے فراز نے اچانک اس کے شانے پر سے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ کشمالہ کا بے چین دل ایک بار پھر بے ترتیبی سے پوری شدت کے ساتھ دھڑکنے لگا۔ وہ بمشکل اتنا ہی کہہ پائی۔

"نن...... نہیں...... میں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔" آہستگی سے بولتے ہوئے معلوم نہیں کیوں کشمالہ کا لہجہ اور دل دونوں کانپ گئے وہ باوجود کوشش کے پلکیں نہ اٹھا پا رہی تھی وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"یقین کرو...... بابا جانی نے مجھے بہت ڈانٹا ہے۔ انہوں نے تو مجھے غصے میں یہ تک کہہ ڈالا کہ کہیں میں کسی دوسری عورت کے چکر میں تو نہیں...... ارے تم بھی کیا یہی سوچتی ہو؟" فراز نے اسے دوسری عورت کے الفاظ پر یکلخت ٹھٹھک کر اپنی سمت تکتے پا کر شرارت بھری مسکراہٹ لبوں پہ سجائی۔ کشمالہ نے جھینپ کر پھر سے پلکیں جھکا لیں۔ فراز نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے۔

"تم جانتی ہو میں کسی دوسری عورت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس انداز میں کہ جس انداز میں مجھے تمہارے لیے سوچنا ہے، جس انداز میں مجھے تمہیں یاد کرنا ہے، تم سے دور رہ کر بھی اور تمہارے پاس رہ کر بھی بس تم کو ہی پکارنا ہے۔ تم ہی کو چاہنا ہے اور تم سے ہی پیار کرنا ہے۔" ہولے ہولے مسکاتے لہجے میں کہتے ہوئے فراز نے اس کی طرف جھک کر اس کی پلکوں سے کھیلتی حیا کو نرمی سے چرایا تھا۔ کشمالہ نے گم صم انداز میں اسے دیکھا۔ فراز کے لمس نے اسے اندر تک مہکایا۔

"کیا یہ وہی فراز ہے جو گزشتہ تین ہفتوں میں اس کا ہوتے ہوئے بھی اجنبیت کی حدوں پہ کھڑا محسوس ہوتا تھا......؟"

"بابا جانی تو بس یوں ہی میری شرافت پہ شک کر رہے ہیں۔ تمہاری قسم میں تو صرف تمہارا ہوں۔ ہاں ہم اجنبی تھے پر تمہیں معلوم ہے اول شب ہی میں تمہاری محبت کا شکار ہو چکا تھا اب کسی دوسری کی تو گنجائش ہی نہیں باقی۔" فراز کا انداز خمار آلود ہو گیا۔ کشمالہ کی پلکیں کچھ اور بھی جھک گئیں۔ گال دہک اٹھے۔ اسے پتہ بھی نہ چلا کب کس لمحے اس کے دل و روح سے بیتے لمحوں کا درد غیر محسوس انداز میں زائل ہونا شروع ہوا تھا۔ وہ بے دھیانی میں فراز کے ہاتھوں میں بھنچے اپنے مہندی سے سجے ہاتھوں کو تکتی چلی گئی۔

"فراز کے ہاتھ کتنے خوب صورت ہیں۔" وہ بے دھیانی میں سوچ رہی تھی۔

"کیا حسین حقیقت ہے کہ اب تم میری ہو اور میں تمہارا۔" فراز اس کی سماعتوں میں اپنی چاہت بھری باتوں کا رس گھول رہا تھا اور وہ اب سوچ رہی تھی کہ فراز کی آواز کتنی مدھر اور دل نشین ہے اور یہ نیلی آنکھیں کس قدر سحر انگیز۔

"کہو کہ تم میری ہو کشمالہ۔" اس کے گداز بازوؤں کو نرم گرفت میں لے کر اپنے دل کے جذبوں میں مہکتا اور ان جذبوں کی مہکار میں بہکتا فراز اس سے ایک حسین عہد چاہ رہا تھا اور کشمالہ خواب کی سی کیفیت میں مسحور اس کے چہرے کو تکتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ کیا وہ فراز جیسے مکمل اور پرکشش مرد کے قابل تھی۔ وہ تو خود کو بہت عام سی لڑکی سمجھتی تھی پر کیا عجب لمحات تھے یہ اسے آج اپنا آپ اچانک ہی بہت خاص اور مکمل لگنے لگا تھا مگر یہ وہ اس سے کیسا اعتراف چاہ رہا تھا۔

"کہو کشمالہ! تم میری ہو۔" وہ اپنے ہی جذبوں کے سحر میں جکڑا کتنے مان سے اصرار کر رہا تھا۔ کشمالہ نے بے ساختگی کے عالم میں اپنا ہاتھ فراز کے سینے پر رکھ دیا۔

"آپ...... میرے ہیں اور...... اور کشمالہ...... آپ کی۔" جان سے گزرنا کیا ہوتا ہے یہ ادراک کشمالہ کو اس اعتراف کرنے کے دوران ہوا۔ دوجے ہی پل اس نے خود سپردگی کے عالم میں فراز کے سینے پہ رکھے اپنے ہاتھ پر چہرہ رکھ کر پلکیں مضبوطی سے بھینچ لیں۔ دوسری طرف فراز کو اس کی اس خود سپردگی نے پل میں طمانیت اور سرشاری سے نہال کر ڈالا پر وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کی قربت کشمالہ کو...... کشمالہ کے دل و روح کو گئے دنوں کے ستم رسیدہ لمحات کی اذیت سے چھٹکارا دلانے کے لیے اس کے ماضی کی بھیانک پرچھائیوں سے نبرد آزما تھی اور اس سمے کشمالہ جیسے اپنے آپ میں نہ تھی۔ وہ اس مقام پر تھی جہاں "میں" سے "تم" کا سفر شروع ہوتا ہے۔ اس مقام تک پہنچتے ہی کشمالہ ہر بات سے...... ہر منفی سوچ سے...... تمام خدشات سے غیر محسوس انداز میں دور...... بہت دور ہو گئی تھی۔ اب اس کے اردگرد فراز کی خوشبو تھی۔

"محبت...... محبت کیا چیز ہے فراز! اور محبت...... محبت کیوں کرتے ہیں ہم، کیا محبت کے بغیر انسان جی نہیں سکتا؟" کشمالہ نے ڈرے ڈرے دل کے ساتھ فراز سے سوال کیا۔ فراز کے لبوں پر مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"محبت کے بغیر انسان جی سکتا ہے پر اس خوب صورت انداز میں نہیں کہ جیسے محبت کے ساتھ محبت میں سرشار رہ کر جیا جاتا ہے۔" فراز نے اس کے بالوں پر لب رکھے۔

"کیا محبت کوئی جرم ہے؟ کیا کسی سے محبت ہو جانا گناہ ہے؟" کشمالہ نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں...... کیوں کہ یہ بے اختیاری میں سرزد ہونے والا ایک بے ضرر عمل ہے جو خطا کہلا سکتا ہے جرم یا گناہ نہیں۔" فراز سکون سے گویا ہوا۔

"کیا محبت بہت ضروری ہے زندگی میں فراز۔" کشمالہ نے چہرہ اٹھا کر فراز کو دیکھا۔ فراز کے گداز لبوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ تھی اور نیلی نشیلی آنکھوں میں چاہت کے نرم مدہوش جذبوں کا خمار تھا۔ کشمالہ کے سوال پر اس نے کشمالہ کی نرم ٹھوڑی کو شہادت کی انگلی کے حلقے میں لے کر اس کے چہرے کو اپنے چہرے سے قریب کرتے ہوئے مدھر بھری سرگوشی کی تھی۔

"ہاں بہت ضروری ہے محبت انسان کی زندگی میں اس لیے کہ محبت کے بغیر انسان ادھورا بھی ہے اور کمزور بھی...... یہ انسان کی زندگی ہی نہیں بلکہ انسان کی طاقت بھی ہے، اس لیے ہی انسان کے لیے دنیا انسان کی زندگی کا بہت بڑا اور قیمتی سہارا ہے اور عبادت بھی...... تم جانتی ہو کشمالہ سجدے سے انکار کرنے والا احسنِ آدم سے بے خبر ابلیس محبت سے محروم تھا۔ ابلیس کا معبود تو تھا پر ابلیس کا محبوب کوئی نہ تھا۔ اسی لیے تو محبت انسان کی ضرورت ہی نہیں بلکہ انسان کے لیے حکمِ خداوندی بھی ہے پر صرف وہ محبت جو لالچ...... غرض...... حرص و ہوس سے بالکل پاک ہو۔ اب ایک سوال آپ سے یہ بندۂ ناچیز بھی کرے اگر آپ کی اجازت ہو تو......" سنجیدگی سے بولتے بولتے فراز کا لہجہ اور انداز یکلخت تبدیل ہوا تھا۔ کشمالہ اس کے لہجے کی مدھ بھری ترنگ اور اس کے لہجے اس کی آنکھوں میں مسکراتی معنی خیزی پر بے ساختہ لجا کر چہرہ جھکا گئی۔ اس کے گالوں پر بکھرتی گلابی کو تکتے فراز کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ کشمالہ کے لب بھی مسکرا اٹھے اس کے رخساروں پر پھیلی حیا میں بھی مسکان کھیل رہی تھی اور دل بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز تھا۔ دھڑکن دھڑکن رب کی شکر گزار تھی۔ فراز کی محبت اس کے انگ انگ میں رچ بس رہی تھی۔ فراز کا روم روم میں زندگی جگاتا لمس اسے بے خود کیے دے رہا تھا اور کشمالہ فراز کی محبت کی بارش میں بھیگتی بے خودی کے عالم میں ایاز کے تصور سے آخری بار ہمکلام تھی۔

"تمہارا شکریہ ایاز...... تم مجھے نہ ٹھکراتے تو پھر میں فراز کو کیسے پاتی......؟"

